

# سر زمین پاک و ہند کا مایۂ ناز محدث

## صاحب کنز العمال

محمد صغیر حسن معصومی

شیخ علی المقتی الہندی القادری الشاذلی المکی المدنی الجشتی بن حسام الدین بن عبدالملک بن قاضی خان ہندوستان و پاکستان کے ایک بڑے مایۂ ناز فرزند ہیں جن کا نام حدیث کے مشہور مجموعہ کنز العمال کی نسبت سے ہمیشہ روشن رہے گا۔ آپ برہان پور میں سنہ ۱۳۸۰ھ / ۱۹۶۰ء میں پیدا ہوئے۔ آپ کے آبا و اجداد جونپور کے رہنے والے تھے، جو ازمئہ وسطی کے مشہور علمی مرکزوں میں سے ایک مرکز شمار ہوتا ہے۔

ابھی عالم طفولیت تھا کہ شیخ علی کو ان کے والد ماجد نے شاہ باجن برہانپوری کے حلقہ ارادت میں داخل کر دیا۔ تاکہ ان کی ظاہری تربیت کے ساتھ روحانی تربیت بھی ہو جائے۔ قضا کار جلد ہی ان کے والد کا انتقال ہو گیا اور عام بچوں کی طرح شیخ علی بھی لہو و لعاب کے شکار ہو گئے۔

بڑے ہو کر شیخ نے مانڈو کے حاکم کے یہاں ملازمت کر لی، اور کچھ جائداد حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان ہی ایام میں انہیں اشتیاق ہوا کہ شیخ عبدالحکیم بن شاہ بہاؤ الدین باجن کے مرید ہو جائیں۔ ایک عرصے کی ریاضت و محنت کے بعد شیخ کی طرف سے چشتیہ سلسلے میں خرقہ خلافت سے نوازے گئے۔

شیخ علی المقتی کی زندگی تقویٰ و طہارت اور عبادت و ریاضت میں گذری۔ نہایت عسرت کی زندگی گزارتے تھے۔ زمانہ طالب علمی میں ملتان کا سفر کیا

تاکہ شیخ حسام الدین المتقی کی صحبت سے استفادہ کریں اور علوم کی تکمیل کریں۔ شیخ حسام الدین بڑے صوفی، مردم شناس عالم تھے شیخ علی کو بڑے التفات و احترام کے ساتھ رکھا اور ظاہری علوم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ان کی باطنی تربیت بھی کرنے لگے۔ شیخ دو سال تک دیگر درسیات کے ساتھ تفسیر بیضاوی اور کتاب عین العلم کا مطالعہ کرتے رہے۔ اس کے بعد حجاز کا سفر حج کی ادائیگی کی غرض سے اختیار کیا۔

ملتان کے زمانہ قیام میں شیخ علی مراقبے اور ریاضت کی طرف زیادہ متوجہ رہے اور بہت زیادہ تنہائی پسند تھے۔ ان کے عادات و اطوار سے لوگ ان کی بیحد تعظیم کرتے تھے۔ خود ان کے استاد شیخ حسام ان کی کتابیں اپنے سر پر لئے ان کے حجرے تک جانے اور دروازہ میں داخل ہونے سے پہلے باآواز بلند فرماتے: ”حسام الدین حاضر ہے کیا کہتے ہیں،“۔ یہ الفاظ دو یا تین بار فرماتے، دروازہ کھلتا تو کمرے میں داخل ہوتے اور تفسیر پر گفتگو ہوتی۔ جب تک شیخ علی چاہتے علمی باتیں جاری رہتیں پھر مجلس برخاست ہو جاتی۔ اگر دروازہ نہ کھلتا تو استاد دروازہ بند پا کر واپس چلے جاتے۔

ملتان میں جب تک شیخ علی مقیم رہے ملتان کے مضافات میں بزرگوں کی قبروں کی زیارت کرتے رہتے، صوفیاء کے مقابر پر مراقبے کرتے اور آس پاس کے مقامات کی سیر کے بعد عبادت و ریاضت میں وقت گزارتے۔ دوسروں سے اپنے کام بہت کم کرائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے مدد چاہنے کو بے حد ناپسند کرتے تھے۔ اور جو کام خود کر سکتے کبھی کسی دوسرے کے حوالے نہ کرتے۔

ملتان سے شیخ علی متقی گجرات تشریف لے گئے۔ اس زمانہ میں گجرات کے فرمانروا سلطان بہادر شاہ گجراتی (۹۳۳-۹۳۴/۱۵۲۶-۱۵۲۷) تھے، شیخ کی آمد کا غلغلہ سن کر سلطان نے شیخ کی زیارت کی خواہش ظاہر کی

تاکہ خدمت میں حاضر ہو کر شیخ کی خوشنودی حاصل کرے۔ شیخ نے سلطان کی استدعا قبول نہ کی۔ شیخ ان ایام میں اپنے کمرے میں عبادات و دیگر معمولات میں مشغول رہتے اور کسی کو محل ہونے کی اجازت نہ دیتے، لوگ صرف ایک جھلک دیکھنے کو دور دراز مقامات سے آتے رہتے تھے۔

اس عرصے میں قاضی عبداللہ سندھی جو اپنے علم اور زہد و اتقا کے لئے مشہور تھے کسی خاص وجہ سے اپنے سارے اہل و عیال اور کچھ اقارب کے ساتھ سندھ کو خیرباد کہہ کر مدینہ منورہ میں اقامت پذیر ہونے کے خیال سے گجرات پہنچے، عرب کے لئے سفر کرنے سے پہلے ان کو کچھ دنوں گجرات میں قیام کرنا پڑا۔ شیخ علی کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ اور چند ہی دنوں میں بہت بے تکلف ہو گئے۔ سلطان بہادر شاہ کے اشتیاق کو دیکھتے ہوئے قاضی صاحب نے ہمت کی اور ان کی سفارش میں رطب اللسان رہے اور عرض کی کہ سہرانی فرمائیے اور ان کو زیارت کی اجازت دیجئے۔ اگر آپ ان سے گفتگو کرنا پسند نہیں فرماتے تو ہم لوگ سلطان کو اپنی باتوں میں مشغول رکھیں گے اور انشاء اللہ ان کو خوش خوش واپس رخصت کریں گے،۔ شیخ نے جواب دیا: ”میں کیونکر برداشت کر سکتا ہوں کہ وہ میرے سامنے غیر شرعی لباس میں ملبوس آئیں، یہ کیونکر ممکن ہے کہ انہیں دیکھ کر خیر کے اپنانے اور شر سے بچنے کی تلقین نہ کروں۔“، قاضی صاحب نے سلطان کے بے حد اشتیاق کا قصہ بیان کیا اور کسی طرح ایک بار زیارت کی اجازت حاصل کر لی، ساتھ ہی عرض پرداز ہوئے کہ شاہی خدام حدود کے پابند ہیں اور جو کچھ جانتے ہیں وہی خدمت میں گزارش کر سکتے ہیں۔ سلطان بہادر شاہ قاضی صاحب کی کوششوں سے شیخ کی زیارت سے شرف اور شیخ کی نصیحتوں سے بہرہ اندوز ہوئے، دوسرے دن سلطان نے ایک کرور گجراتی سکہ بہ طور نذر پیش کیا شیخ نے ساری رقم قاضی عبداللہ کے حوالے کر دی جن کی کوشش سے ملاقات کا انتظام ہوا تھا۔ اور اپنے تصرف میں ایک حبہ بھی نہ لائے۔

حجاز میں شیخ علی متقی مشہور زمانہ شیخ ابوالحسن البکری کے حلقہ درس میں شریک ہوئے اور جلد ہی اپنے استاد کے مصاحب بن گئے۔ دوسرے مشہور علماء سے بھی فیض حاصل کیا اور سلسلہ قادریہ شاذلیہ کے مشہور بزرگ شیخ محمد بن محمد بن محمد سخاوی سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا، مدینی سلسلہ کی خلافت سے بھی سرفراز ہوئے، یہ سلسلہ شیخ ابو مدین شعیب المغربی کے اسم گرامی کی طرف منسوب ہے۔ تکمیل علم و حصول خلافت کے بعد آپ مکہ معظمہ میں مقیم ہو گئے اور درس دینے لگے۔ اور اپنے زہد و ریاضت سے سارے عالم کے لوگوں کو فیض پہنچانے میں مشغول رہے۔

**خود نوشت سوانح عمری:** اخبار الاخیار کے مؤلف شیخ عبدالحق محدث دہلوی المتوفی ۱۰۵۲ھ نے شیخ علی کی خود نوشت سوانح کا ذکر کیا ہے۔ ان کا بیان ہے کہ جس دن ان کا وصال ہوا شیخ نے حسب ذیل وصیت لکھوائی:

”بسم الله الرحمن الرحيم و الصلوة و السلام علی سیدنا محمد وآلہ و اصحابہ اجمعین یہ وصیت ہے مفتقر الی الله علی بن حسام الدین معروف بہ المتقی کی، انہوں نے یہ وصیت اس دن کی جس دن وہ اس دنیا سے رحلت کر کے عالم آخرت میں داخل ہو رہے تھے کہ یہ عاجز و مسکین اپنے والد، اللہ ان سے راضی رہے، کی رضا سے بچپن میں شیخ باجن کا مرید ہوا، چونکہ شیخ سماع، ظاہری، صفائی، جذب و حال کے شیدائی تھے، میں جب سن شعور کو پہنچا اور مجھ میں حق و باطل کی تمیز پیدا ہوئی تو شک و تذبذب کا شکار ہوا بعد میں جب مطمئن ہوا تو میں نے انہی کو اپنا شیخ اختیار کیا۔ یہ اس وجہ سے کہ لوگ کہتے ہیں کہ جو لڑکا بچپن میں مرید بنا یا جاتا ہے جب وہ سن شعور کو پہنچتا ہے تو اس کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ اپنے کو اس شیخ سے وابستہ رکھے یا کسی دوسرے شیخ کو اختیار کرے جب میرے والد اور شیخ دونوں اللہ کو پیارے ہو گئے، اللہ راضی رہے ان سے، تو میں نے سلسلہ چشتیہ میں شیخ عبد الحکیم بن شیخ باجن سے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ میں چاہتا تھا کہ ایک

شیخ کے زیر تربیت صراط مستقیم اور راہ ہدایت پر چلتا رہوں۔ بنا بریں میں نے ملتان کا سفر کیا اور شیخ حسام الدین المتقی کی صحبت میں دو سال تک رہا۔ پھر میں نے حرمین شریفین کا سفر کیا اور شیخ ابوالحسن البکری رح کی صحبت کی سعادت حاصل کی۔ بعد ازاں قادری شاذلی اور مدینی سلسلوں میں شیخ محمد بن محمد بن محمد السخاوی نے خرقہ خلافت سے سرفراز فرمایا،۔

بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ علی متقی نے اپنی موت سے پہلے کاغذ کے ایک ٹکڑے پر کچھ لکھا اور ایک شاگرد کے حوالے کر دیا۔ وصال کے بعد جب یہ ٹکڑا پڑھا گیا تو اس میں لکھا تھا :

”اعلموا اخوانی ! رحمکم اللہ انہ کان عندنا امانة من هذا الشان فا دینا بامر اللہ الی اہلہا، فہم من فہم و السلام،۔“

میرے بھائیو! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے تمہیں معلوم ہو ہمارے پاس اس شان کی ایک امانت تھی ہم نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس امانت کے مستحقین کو ادا کر دیا جو لوگ فہم رکھتے ہیں وہ سمجھ جائیں گے۔ والسلام،۔

شیخ علی المتقی کا رتبہ علماء و صوفیا میں بہت ممتاز ہے۔ اسلامی علوم میں بڑی مہارت رکھتے تھے اور اپنے معاصرین علماء میں علم حدیث میں سب سے زیادہ فضیلت رکھتے تھے۔ اس کی شہادت میں ان کی تالیف کنز العمال کا نام پیش کرنا کافی ہے۔ حدیث کے اس دائرۃ المعارف میں علامہ جلال الدین سیوطی کے دونوں مجموعوں، الجامع الصغیر اور جمع الجوامع کو جن میں پیغمبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اقوال و افعال طیبہ جمع کر دئے گئے ہیں ناقدانہ طور پر علمی حیثیت سے مرتب کیا گیا ہے۔ شیخ نے بڑی تحقیق کے بعد ساری حدیثوں کو فقہی ابواب کے مطابق ترتیب دیا ہے۔ مکررا حدیث کو حذف کرنے کے بعد قولی اور فعلی احادیث کو نہایت عمدگی سے علحدہ علحدہ منظم کیا ہے۔ ان کے کارنامے کے متعلق ہر دور کے علماء

رطب اللسان رہے ہیں، خود ان کے استاد شیخ ابو الحسن البکری نے اپنے شاگرد کے اس کام کو سراہا اور ارشاد فرمایا :

للسیوطی منة علی العالمین و للمتی منة علیہ“۔ سیوطی کا احسان سارے عالم پر ہے اور متقی کا احسان سیوطی پر“۔ کیونکہ شیخ متقی نے سیوطی کے دونوں مجموعہ حدیث کو فقہی ابواب کے مطابق مرتب کر دیا۔

شیخ ابن حجر المکی الہیثمی جو اپنے زمانے میں سرخیل علماء و فقہاء تھے اور جن سے شیخ علی نے علوم اسلامیہ حاصل کیا جب بھی کسی حدیث کے سمجھنے میں انہیں کوئی اشکال پیش آتا اپنے شاگرد کے کارنامے کو دیکھتے اور باب و فصل کی تعیین کی وجہ سے جس کے ماتحت وہ حدیث ذکر کی گئی ہے مفہوم واضح طور پر سمجھ لیتے اور ان کا اشکال جاتا رہتا۔ صرف یہی نہیں بلکہ شیخ ابن حجر خود کو شیخ علی متقی کا شاگرد سمجھتے اور آخر میں انہوں نے خود اپنے شاگرد سے خرقہ خلافت بھی حاصل کیا۔

اس بات کا ذکر ہو چکا ہے کہ خود اساتذہ شیخ علی متقی کی بڑی عزت کرتے تھے اور شیخ کی عظمت اساتذہ کے دلوں میں جاگزیں تھی۔ چنانچہ ان کے استاد شیخ حسام الدین المتقی جن کی نسبت سے المتقی مشہور ہوئے ان کی کتابیں لے کر ادب کے ساتھ خود ان کے کمرے میں جاتے، باجائز داخل ہوتے اور جب تک شیخ چاہتے تفسیر بیضاوی کا درس جاری رہتا۔

شیخ علمی کمالات کے ساتھ روحانی مدارج کے اعلیٰ رتبے پر فائز تھے اور یگانہ روزگار سمجھے جاتے تھے۔ ان کی صوفیانہ کاوشیں اتباع سنت کے التزام پر مرکوز تھیں اور اقوال نبوی سے سر مواعرف کو سخت گناہ سمجھتے تھے۔ اپنی باتوں اور اپنے افعال میں آپ ہمیشہ سرکار دو عالم صلعم کے اسوہ حسنہ کو پیش رکھتے تھے۔

شیخ کا طریقہٴ تعلیم: تعلیم و تدریس میں شیخ علی متقی نے اپنے استاد

شیخ کا طریقہ اختیار کیا۔ وہ خود بیان کرتے ہیں : ”ہمارے شیخ کا طریقہ تعلیم و تربیت میں یہ رہا ہے کہ اپنے شاگردوں کو اپنے حال پر چھوڑ دینے تھے اور اپنی روحانی طاقت سے ہر وقت ان کی رہنمائی اس طرح کرتے تھے کہ خود شاگردوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا تھا کہ ان کی نگرانی کی جارہی ہے۔ اس طرح وہ سب کے سب سیدھی راہ پر گامزن رہتے تھے اور کچھ ہی دنوں میں طالب کو خود احساس ہونے لگتا کہ وہ پہلے جن مدارج پر تھا ان سے مختلف حالات و مدارج سے گذر رہا ہے۔“

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنے شیخ (شیخ عبدالوہاب المتقی) سے وہ سب کچھ بیان کیا ہے جس کو انہوں نے اپنے شیخ کے متعلق تحریر میں ضبط کیا۔ شیخ عبدالوہاب شیخ علی متقی کے نہایت چہیتے مرید و شاگرد تھے۔ شیخ عبدالوہاب کا بیان ہے کہ شیخ کے ساتھ دو سال کا عرصہ گزارنے کے بعد یہ احساس ہوا کہ شیخ نے ان کی طرف کوئی توجہ نہیں کی ہے۔ حالانکہ شب و روز وہ اپنے شیخ کی خدمت میں منہمک رہتے تھے۔ یہ احساس اس وجہ سے ہوا کہ شیخ نے انہیں کسی خاص ریاضت و محنت کی ہدایت کبھی نہیں کی اور اگر کوئی حکم ملا تھا تو وہ یہ تھا کہ ان کی پسندیدہ کتابوں کو نقل کردیں اور پھر ان کو ان کی اصل سے مقابلہ کر کے تصحیح کردیں، جلد ہی انہیں ادراک ہوا اور سخت متعجب ہوئے کہ وہ ہمیشہ شیخ کی توجہ کے مرکز بنے رہے اور شیخ برابر اس سعی میں تھے کہ روحانی ترقی حاصل کرتے چلے جائیں۔ چنانچہ دو سال کے بعد یہ ان پر واضح ہو گیا کہ اب وہ اس درجہ پر فایز ہیں جہاں پہلے کبھی نہیں پہنچے تھے۔“

شیخ عبدالوہاب مزید فرماتے ہیں : ارادت مندوں کی تعلیم و تربیت کے لئے مشائخ دو طریقے استعمال کرتے ہیں : ایک طریقہ تربیت کا یہ ہے کہ جس منزل میں مرید کو پاتے ہیں وہاں سے شروع کرتے ہیں اور اعلیٰ مدارج پر پہنچانے کی سعی کرتے ہیں، اپنی توجہ سے انہیں صحیح راستے پر آگے

بڑھنے میں مدد دیتے ہیں، ابتدائی عہد میں یہ نہایت سخت کام ہوتا ہے البتہ ان کی توجہ سے اس میں سہولت پیدا ہوتی جاتی ہے۔ دوسرا طریقہ جو سہل تر ہے وہ یہ ہے کہ مریدوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیتے ہیں اور روحانی طریقے سے ان کی نگرانی کرتے ہیں، آہستہ آہستہ ان میں نورانیت پیدا کرتے ہیں جس کی تیزی کو بتدریج بڑھاتے ہیں۔

شیخ عبدالوہاب المتقی کے بیان کے مطابق شیخ علی اپنا بیشتر وقت درس و تدریس میں گزارتے۔ لوگوں کی علمی استعداد کو بڑھاتے، ان کو کتابیں عطا کرتے اور اسباب نوشت و خواند مہیا کرتے۔ عرب میں جو کتابیں کمیاب تھیں ان کے ایک سے زیادہ نسخے تیار کراتے اور طالب علموں میں تقسیم کرتے۔ طلباء کی جماعتوں کو آپس میں علمی بحث و تکرار میں مشغول رکھتے۔ نوجوانوں کے دلائل سنتے اور خود کم بولتے۔ صرف ایسے مواقع پر جہاں وضاحت ضروری سمجھتے، گفتگو فرماتے۔ اگر کوئی شخص بلا حجت و شہادت غیر معقول طریقے سے بحث کرتا تو بھی سنتے رہتے اور کچھ نہ کہتے۔ کتابوں کے مشکل مقامات میں بھی یہی طریقہ اختیار کرتے اور چاہتے کہ مشکل مضمونوں کی وضاحت طلبا خود سے کریں، جہاں ان کی رہنمائی ضروری ہوتی، صرف وہیں اپنی زبان کھولتے۔ اسی طرح سے تصوف کی مشکل اصطلاحات اور ادق کتابوں کے مضامین بھی ان کے ذہن نشین کرنے کی سعی فرماتے۔

**اخلاق و عادات:** شیخ علی اکثر و بیشتر شوربا خود پکالیتے اور جسم و روح دونوں کی بالیدگی کا انتظام رکھتے۔

اپنے شیخ عبدالوہاب المتقی سے ایک بار شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے پوچھا کہ آپ کے شیخ پیری میں کس قدر نوافل پڑھا کرتے تھے۔ شیخ نے جواب دیا کہ اپنی جوانی میں نوافل کثرت سے ادا کرتے، بڑھاپے میں ان کا



معمول تھا کہ روحانی ریاضت، علوم اسلامیہ کے مطالعے اور مذہبی مضامین پر کتابیں لکھنے میں مشغول رہتے۔

شیخ علی متقی اپنی روزی عام طور پر کتابوں کی نقول تیار کر کے کماٹے۔ بیواؤں کی مدد کی خاطر روپے قرض لیتے اور جلد سے جلد سنت نبوی کے مطابق کچھ مزید رقم کے ساتھ واپس ادا کرتے۔ غیر شادی شدہ اور عمر رسیدہ عورتوں اور مردوں کی شادی کے انتظام میں مدد دیتے اور ایسے مواقع پر جشن مناتے اور کھانے پینے پر خرچ کرنے کے بجائے ساری رقمیں غریبوں اور ناداروں کو بانٹ دیتے۔

جس زمانے میں آپ مکہ معظمہ میں مقیم تھے دو مغربی باپ بیٹے بڑے زاہد مرتاض شہر میں وارد ہوئے۔ وہ مذہبی اشغال میں ہمہ وقت مصروف رہتے تھے۔ بیٹا دس دنوں کے متواتر روزے کے بعد افطار کرتا اور باپ تین چار یا پانچ دنوں کے بعد، ان دونوں کی آمد کی خبر سے شیخ کو ان کی ملاقات کا اشتیاق ہوا، لیکن کم خوری اور مختلف ریاضتوں سے اتنے کمزور ہو گئے تھے کہ ان میں چلنے کی سکت نہ رہی تھی، اس لئے آپ نے خواہش ظاہر کی کہ اگر کوئی شخص انہیں اٹھا کر لے جائے تو ان نوواردوں سے ملاقات کرنا پسند کریں گے۔ شیخ کے شاگرد عبدالوہاب اور دوسرے لوگ انہیں دنوں مغربیوں کے پاس اٹھا کر لے گئے، شیخ نے اپنی کتاب حکم کبیر کا ایک نسخہ ساتھ لے لیا۔ ان نوواردوں نے اس حقیقت کو دریافت کر لیا کہ شیخ اور ان کے شاگرد شہر کے سربر آوردہ لوگ ہیں، اور ملاقات کے لئے ان کی آمد ان دونوں کی شہرت اور مقبولیت کے لئے مضر ثابت ہو سکتی ہے۔ بنا بریں انہوں نے ان زائرین کی طرف توجہ کرنے میں غفلت سے کام لیا۔ شیخ نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ وہ صرف ان کے اخلاص اور محبت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ پھر شیخ نے فرمایا: اس کتاب میں مشائخ کرام کے کچھ ملفوظات اور کچھ غزلیات جمع کئے گئے ہیں ہم چاہتے ہیں آپ کو کچھ حصہ پڑھ کر سنائیں۔ حسب ارشاد

شیخ عبدالوہاب نے کچھ قطعات پڑھ کر سنائے جن کو سن کر دونوں مہمانوں کو بڑی خوشی ہوئی اور بدگمانی سے دونوں آزاد ہو گئے۔ رفتہ رفتہ یہ لوگ ایسے گرویدہ ہوئے کہ شیخ کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شیخ کی موجودگی میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ ایک ویرانے میں جب پانی کی تلاش جاری تھی ناگہ ایک کنواں نظر آیا مگر پانی نکالنے کے لئے کوئی چیز میسر نہ تھی۔ قضاکار کنویں کا پانی کنارے تک اہل آیا اور سب نے شیخ سمیت سیر ہو کر پانی پیا۔

ایک بار بیان کیا جاتا ہے کہ شیخ نے کہا ”جو کچھ مباح اور قانون کے مطابق کسب کیا جاتا ہے وہ نہ برباد ہوتا ہے نہ گم ہوتا ہے پھر اپنا تجربہ بیان فرمایا، کہ حجاز کے سفر میں جب ہم سمندر سے گذر رہے تھے سخت طوفان آیا اور کشتی ڈوب گئی۔ شیخ اور ان کے چند ساتھیوں کو خدا کی رحمت سے لکڑی کا ایک ٹکڑا ہاتھ آگیا اور اس کے سہارے وہ خدا خدا کر کے ساحل تک چند دنوں کی کشمکش کے بعد پہنچ گئے۔ چند کتابیں جن کو آپ نے ساتھ لے لیا تھا وہ بھیگ گئیں۔ کنارے پہنچ کر چونکہ اتنی سکت باقی نہ رہی تھی کہ ان کا بوجھ برداشت کرنے ایک میدان میں دفن کر دیا اور کچھ نشانی چھوڑ کر آگے بڑھ گئے اور کسی نہ کسی طرح مکہ معظمہ تک پہنچ گئے۔ راستے میں ان کے ساتھی پیاس سے سخت نڈھال ہو گئے۔ ریگستان میں پانی کا نام و نشان نہ تھا۔ کچھ ساتھیوں نے آپ سے اصرار کیا کہ اللہ سے دعا کریں کہ پیاس بجھے۔ شیخ نے کوئی چارہ نہ دیکھ کر دعا کی۔ کچھ دیر کے بعد بارش شروع ہوئی اور سب نے جی بھر کر پانی پیا۔ مکہ معظمہ پہنچ کر انہوں نے عمرہ ادا کیا۔ جب شیخ صفا و مروہ کے درمیان سعی میں مصروف تھے چند بدویوں کو دیکھا کہ اپنے سروں پر کچھ کتابیں لٹے آ رہے ہیں۔ وہ لوگ سیدھے شیخ کے پاس آئے اور کہا کہ اگر وہ چاہیں

تو ان کتابوں کو خرید سکتے ہیں۔ جب بنڈل کھولا گیا تو دیکھا کہ یہ وہی کتابیں ہیں جن کو دفن کرائے تھے۔ قیمت ادا کر کے شیخ ان کو اپنے مسکن پر لے آئے۔ یہ کتابیں اب خشک ہو چکی تھیں مگر اوزاق ایک دوسرے سے چپک گئے تھے۔ شیخ نے ان کو پانی میں ڈبویا۔ اوراق الگ کئے اور پھر خشک ہونے کے لئے دھوپ میں ڈال دیا۔ حروف صاف باقی رہے تھے اس لئے ساری کتابیں پڑھنے کے لائق تھیں اور کوئی حصہ ضائع نہیں گیا۔

شیخ علی المتقی کی سوانح عمری میں شیخ عبدالوہاب المتقی نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا عنوان ہے ”اتحاف التقی فی فضل الشیخ علی المتقی“۔ اس رسالے کے مطابق شیخ کا وصال دوسری جمادی الاولیٰ سنہ ۹۷۰ ہجری مطابق ۶ اکتوبر ۱۵۶۷ء کو ہوا۔ اس رسالہ میں یہ واقعہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سنہ ۹۷۴ مطابق سنہ ۶۵-۱۵۶۶ء میں جب شیخ نہایت تندرست مکہ معظمہ میں تشریف فرما تھے یہ خبر اڑی کہ آپ اللہ کو پیارے ہو گئے۔ خبر سنتے ہی ان کے شاگرد اور مریدین، معتقدین اور احباب آپ کی قیام گاہ پر جمع ہو گئے اور آپ کو صحیح و تندرست دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے۔ آپ مسکرائے، بیعت تازہ کی۔ اور ایک مختصر تقریر کے بعد سب کی نجات اخروی کی دعا کی۔ آپ نے خاص طور پر شیخ عبدالوہاب کو وصیت فرمائی کہ ان کی قبر کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کریں اور اپنے کو ذکر میں مشغول رکھیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اپنی کتاب اخبار الاخیار میں آپ کے دو خطوط نقل کئے ہیں جن کے مخاطب اجنہ کے دو گروہ تھے۔ جو شیخ سے ان کی وفات سے دو ماہ پیشتر طالب ہدایت و نصیحت ہوئے تھے۔ ان خطوط کا مضمون یہ ہے۔

(۱) بسم اللہ الرحمن الرحیم! ساری تعریفیں اللہ کو سزاوار ہیں اور صلوة وسلام حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر، کمترین بندگان خدا علی بن

حسام الدین المعروف بالمتمتی کی جانب سے جنوں کے سردار کے نام سلام ان لوگوں پر جو رشد و ہدایت پر ہیں۔ آپ بے شک ہمارے سامنے ظاہر ہوئے مگر کچھ نہ بولے گویائی کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا کہ آپ لوگ کیا چاہتے تھے۔ اگر اپنا مطلب واضح کرنا چاہیں تو ہمارے ایک مرید عبدالوہاب سے بیان کر سکتے ہیں۔ وہ آپ کی مدد کریں گے۔ اے پروردگار ہمیں راہ حق دکھا اور اس پر چلنے کی ہمیں توفیق عنایت کر۔ اور باطل کو باطل ظاہر کر اور ہمیں اس سے بچنے کی توفیق بخش۔ کاغذ کا یہ ٹکڑا اس کہنے سے بندھا ہے جس پر میں ٹیک لگایا کرتا ہوں۔ والسلام علیکم،،۔

(۲) ساری تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جنہوں نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا مگر اس لئے کہ اللہ کی عبادت کریں۔ اللہ تم لوگوں پر رحم و کرم فرمائے۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے تم لوگوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ تم اس کی معرفت حاصل کرو۔ علماء عقلاء اور حکماء سب اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت علم، عقل اور حکمت ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ جو لوگ نوع انسان سے ملنے کو ترجیح نہیں دیتے ان کے لئے اللہ کی معرفت ممکن نہیں۔ اسی طرح جو خیر و شر میں تمیز نہیں کرتے اور نفع و نقصان کے امتیاز کو نہیں سمجھتے انہیں اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہو سکتی۔ تمہیں کوشش کرنا چاہئے اللہ تم پر مہربان ہو کہ لوگوں سے مل سکو، تم اللہ کی معرفت حاصل کرو، خود بھی ہدایت پر رہو، اور دوسروں کو بھی معرفت خداوندی سے روشناس کرو اور راہنمائی و ہدایت کے سبب بنو۔ میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ تمہیں خبردار کردوں کہ میں نے اپنا فریضہ ادا کر دیا اور نصیحت کردی، ہر ایک کو آزاد ہونا چاہئے کہ جو پسند کرے کہے۔

وصال سے تقریباً چار ماہ پہلے شیخ نے اپنے خاص شاگرد (شیخ عبدالوہاب)

سے فرمائش کی کہ فلاں شاعر کا خاص شعر پڑھ کر سنائیں، غزل کی تعیین نہیں کی، شاگرد نے ان کا مطلب سمجھ لیا اور شعر پڑھ کر سنایا :

ہرگز نیامد در نظر نقشی ز رویت خویر

شمسی ندانم یا قمر حوری ندا نم یا پری

”تیرے چہرے سے زیادہ بہتر کبھی کوئی چہرہ نہیں دیکھا۔ معلوم نہیں کہ تو آفتاب ہے یا ماہتاب، حور ہے یا پری ہے،“ شیخ کو بڑی مسرت حاصل ہوئی اور دوبارہ پڑھنے کی فرمائش کی۔ شیخ اپنے باطنی حال میں وجد میں رہے یہاں تک کہ باورچی نے اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔ شیخ نے اس سے فرمایا کہ کھانے کو اتنا گلاؤ کہ سارے اجزا اس طرح ایک ہو کر مل جائیں جیسے کوئی (شاعر) کہتا ہے :

سن سہیلی پریم کی باتا یوں مل رہیو جیون دودھ نباتا

شیخ پر عجیب کیفیت طاری رہی، رات بھر وجد میں رہے اور شیخ عبدالوہاب برابر آپ کی دیکھ بھال کرتے رہے۔

مکہ کے مشہور مورخ عبدالقادر بن احمد الفا کہی نے آپ کے مناقب میں ایک رسالہ بعنوان ”القول النقی فی مناقب المتقی“ لکھا ہے جس میں انہوں نے شیخ کے حالات رقم کئے ہیں اور ان کے مکاشفوں اور باطنی تجربات اور ریاضتوں کی وضاحت کی ہے۔

شیخ نجم الدین الغزی کا بیان ہے کہ شیخ حرم شریف کے قریب ایک جھونپڑی میں اپنے چالیس شاگردوں کے ساتھ رہتے تھے۔ ہر ایک کے لئے الگ الگ زاویہ تھا۔ صرف حرم شریف میں نماز ادا کرنے کو نکلتے اور پھر واپس اپنے اپنے حلقے میں چلے جاتے، شیخ کی اجازت پہلے سے حاصل کئے بغیر کوئی کسی سے نہیں ملتا تھا۔

سلطان محمود والی گجرات کی ملازمت : حجاز کے سفر سے پہلے جب آپ

کو گجرات میں کچھ دنوں قیام کرنا پڑا تو آپ کو خیال ہوا کہ اگر اس دیندار بادشاہ کے عہد میں لوگوں کی خدمت کی جائے تو خلق خدا کا فائدہ ہو جائے۔ لوگوں کی خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر اپنے لئے قاضی کا عہدہ تجویز کیا اور تجربہ کرنا چاہا کہ عملی طور پر ان سے یہ خدمت ادا بھی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ سلطان محمود سوم والی گجرات کو جب شیخ کے ارادے کی اطلاع ہوئی تو عقیدت مندی کی وجہ سے آپ کو بارگاہ عدالت کا داروغہ یعنی آفیسر انچارج مقرر کر دیا۔ ابھی کچھ ہی دن گزرے تھے کہ سلطان سے لوگوں نے شکایت کی کہ شیخ رشوت لیتے ہیں۔ سلطان نے لوگوں کی شکایت کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ ادھر شیخ کی کوشش برابر یہ رہی کہ عدالت و انصاف سے سر مو انحراف نہ کریں اور ہر ایک کو انصاف سے نوازیں، سلطان تک شکایات پہنچنے کی پرواہ نہ کی۔ پھر مخالفین نے یہ اڑادیا کہ شیخ کے معاونین خود ان کی آنکھوں کے آگے رشوت لیتے ہیں اور شیخ کچھ نہیں کہتے۔ اپنی کوششوں کے باوجود جب شیخ نے دیکھا کہ وہ سب کو راضی نہیں رکھ سکتے تو ایک دن ناگہ تخت عدالت سے اپنی چھڑی لئے اٹھے اور اپنے دوستوں سے کہا: ”السلام علیکم،“! اور یہ کہتے ہوئے بارگاہ عدالت سے چل دئے کہ دو کام اکٹھے نہیں کئے جاسکتے۔ اللہ تعالیٰ کا دھیان اور دنیاوی کاروبار کا تعلق۔

**مکہ معظمہ میں:** جیسا کہ قبل بیان کیا جا چکا ہے شیخ علی المتقی احمد آباد میں بہادر شاہ کے عہد میں کچھ زمانے تک قیام پذیر رہے۔ سنہ ۱۰۳۳/۹۳۱ میں جب گجرات کے بادشاہ کو مغل شہنشاہ ہمایوں نے شکست دی تو شیخ حرمین شریفین کے ارادے سے روانہ ہوئے اور مکہ معظمہ میں سکونت اختیار کر لی۔

شیخ نجم الدین الغزی بیان کرتے ہیں کہ شیخ عبدالوہاب الشراوی

نے ذکر کیا کہ وہ شیخ علی المتقی کی ملاقات سے سنہ ۱۹۴۹/۱۰۴۲ م میں مکہ معظمہ میں مشرف ہوئے اور ان کی گفتگو ان کے درس اور ان کی تحریروں سے استفادہ کیا، لیکن جب سنہ ۱۹۵۲/۱۰۴۶ء میں حج کے لئے میں دوبارہ مکہ معظمہ پہنچا تو یہ معلوم ہوا کہ شیخ ہندوستان کو واپس جا چکے ہیں۔

مائر الکرام میں میر غلام علی آزاد بلگرامی رقمطراز ہیں ”حضرت شیخ ۱۹۵۳/۱۰۴۶ میں حرمین شریفین تشریف لے گئے اور مکہ میں فروکش ہوئے، جلد ہی آپ کی شہرت سارے عرب و یمن شام، مصر اور عراق میں پھیل گئی۔ آپ کی پرهیز گاری، زہد و اتقا، اخلاق حسنہ اور حدیث و احکام الہی کی تعلیم و تدریس سے سارے اہل علم فیض اٹھاتے رہے۔“

اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ شیخ علی المتقی اور ان کے مرید شاگرد شیخ عبدالوہاب المتقی علم و ریاضت میں اس رتبے کو پہنچے جہاں بہت کم ہستیاں پہنچتی ہیں اور علم و فضل میں ایسی شہرت کے مالک ہوئے کہ ممالک عرب و افریقہ کے اکابر اہل علم ان کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کو باعث عزت و افتخار سمجھتے تھے۔

**وفات:** انتقال سے پہلے آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ جب تک میرے ہاتھ کا انگوٹھا حرکت کرتا رہے اسے حیات کی علامت سمجھنا، حالت وجد میں نیز مختلف قسم کی ریاضتوں کے دوران بھی شیخ کا انگوٹھا برابر متحرک رہا کرتا تھا، جب وقت قریب ہوا تو بہت جلد لوگوں کو احساس ہو گیا کہ شیخ کے اعضائے مبارک میں حرکت بند ہو چکی ہے اور سانس لینے کی خفیف حرکت بھی غیر مرئی ہے۔ صرف آپکا انگوٹھا برابر حرکت میں تھا جو اخیر شب میں ساکن ہوا، اور اس طرح آپ واصل بحق ہوئے۔ تاریخ جمادی الاولیٰ کی دوسری تھی اور سنہ ۱۹۵۰ ہجری مطابق ۱۰۶۷ عیسوی، اناللہ و انالیہ راجعون۔ آپ کا سر مبارک برابر آپ کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب کی گود میں رہا۔ جب آپ

نے اپنی جان جان آفریں کے سپرد کی تاریخ رحلت کے مادے اہل جستجو کو ”قضیٰ نجدہ“ (آپ نے اپنا فریضہ ادا کیا) ”شیخ مکہ“ اور ”متابعة النبی“ (پیغمبر کی تابعداری) جیسے مبارک الفاظ میں ملے۔ آپ کی ولادت کا سال سنہ ۵۸۸۵ مطابق سنہ ۱۳۸۰ تھا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں :

”جب میں مکہ میں شیخ عبدالوہاب العتقی کی خدمت میں تھا شیخ علی العتقی کی قبر پر برابر حاضری دیتا تھا، ایک بار لحد مبارک کے پاس مجھ پر عجیب کیفیت طاری ہوئی اور بڑی بے صبری سے یہ خواہش ہونے لگی کہ خود حضرت اقدس سے خوش خبری ملے۔ خوش بختی سے شب کو خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ کے حضور میں کھڑا ہوں اور آپ حرم شریف کے احاطے میں حنفی مصلیٰ کے صدر مقام پر تخت پر رونق افروز ہیں، نہایت ادب و عاجزی کے ساتھ میں نے عرض کی: ”میں آپ کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب کی خدمت میں ہوں سہرانی فرما کر میری طرف خاص توجہ کرنے اور خاص خیال رکھنے کی سفارش فرما دیجئے۔ پھر میں نے لحد مبارک پر جو الفاظ کہے تھے ان کو دہرایا شیخ نے یہ جواب دیکر سرفرازی بخشی ”انشاء اللہ تمہاری آرزو پوری ہوگی، مطمئن اور خاطر جمع رہو۔“

**تالیفات:** شیخ کی فارسی اور عربی تالیفات سو سے متجاوز ہیں۔ آپ کی سب سے پہلی تالیف آپ کی ریاضت کے نتیجے میں رسالہ ”تبیین الطرق“ ہے۔ ہاشمی پریس سے شائع شدہ اخبار الاخیار کے حاشیے پر سنہ ۱۲۸۰ ہجری (ص ۲۳۶) میں اس کا ذکر اسی عنوان سے ہے، سگر مجتہائی پریس سنہ ۱۳۳۲ء کے ایڈیشن میں رسالے کا عنوان (ص ۲۵۸) ”تبیین الطريق“ مذکور ہے جو بظاہر کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس رسالے کا نیز بعض دوسرے رسالوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا ہے۔ یہ ترجمے



مکاتیب و رسائل کے نام سے اخبار الاخبار کے حاشیے پر طبع ہوئے ہیں۔ اس رسالے کو خاص اہمیت اس لئے حاصل ہے کہ الہام ربانی کے بعد لکھا گیا ہے، چند سال ہوئے اس رسالے کو عربی متن اور انگریزی ترجمے کے ساتھ یہ حقیر ادارہ تحقیقات اسلامی کے انگریزی سہ ماہی رسالہ اسلامک اسٹڈیز میں شائع کرچکا ہے، (اسلامک اسٹڈیز ستمبر سنہ ۱۹۶۴ء، صفحات ۳۳۹-۳۷۳) اس رسالے میں شیخ نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والا طریقہ عبادت ہے جو فرائض و نوافل پر مشتمل ہے۔ دونوں قسم کی عبادت کی پھر دو قسمیں ہیں، امتثالی اور اجتنابی، شیخ کا ارشاد ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی قربت اپنی کوششوں سے حاصل کی جاسکتی ہے مگر یہ آرزو کسی مرشد و استاد کی مدد سے باسانی پوری کی جاسکتی ہے، یہ مختصر رسالہ درحقیقت آیت کریمہ ”و الذین جاہدوا فینا لنہدینہم سبلنا،“ کی تفسیر ہے۔

شیخ کا ایک دوسرا رسالہ ”التحذیر عن الوقوع فی الہلکة و البلیة لمن شرع فی علم الحقائق بلا اہلیة،“ ہے۔ یعنی اہلیت کے بغیر حقائق کا علم حاصل کرنے میں خطرہ ہے اور مصیبت و ہلاکت میں پڑنے کا خوف، اس لئے اس رسالے میں شیخ نے نصیحت کی ہے کہ کوئی شخص اپنے کو علم باطن سے آشنا کئے بغیر حقائق کے حصول کی کوشش نہ کرے، اوراد و وظائف نیز اہل باطن کے اشغال میں مشغول رہ کر پہلے اپنے کو تیار کرنا چاہئے کہ مبتدی کے لئے ضروری ہے کہ تصفیہ قلب کی طرف متوجہ ہو، دنیاوی جاہ و مال کی پرواہ نہ کرے، دنیاوی علایق سے پرہیز کرے، دنیا ترک کر دے، پھر کسی مرشد سے رجوع کر کے اس کی ہدایات پر عمل کرنے کی کوشش کرے۔

شیخ نے اس رسالے میں بعض کتابوں کے پڑھنے اور بعض سے روگردانی کرنے کی ہدایت کی ہے، چنانچہ امام غزالی کی احیاء العلوم کے بعض ابواب معراج الساکین، منقذ من الضلال وغیرہ نیز ابن الجوزی کی تلبیس ابلیس، ابن العربی کی فتوحات مکیہ اور دوسری تالیفات، اسی طرح عقیف التلمسانی ابو اسحاق

التجیبی اور التستری کی کتابوں، سہروردی کی کتاب اور ابو طالب مکی کی قوت القلوب کے بعض ابواب سے احتراز کرنے کا حکم دیا ہے۔

اس رسالے کو اولین بار عربی متن اور انگریزی ترجمہ کے ساتھ اس حقیر نے Muhammad Shahidullah Felicitation Volume محمد شہید اللہ فیلیسیٹن و ولیم، ایسٹنک سوسائٹی آف پاکستان ڈھا کہ، میں شایع کیا۔

شیخ کی چونتیس تالیفات کا ذکر اسلامک اسٹڈیز کے مضمون کے آخر میں کیا گیا ہے، شیخ نے جا بجا اپنی تالیف ”حکم کبیر“ کا ذکر خاص طور پر کیا ہے اس کتاب میں ان کا بیان ہے کہ تصوف کی کتابوں کا خلاصہ درج ہے اور راہ سلوک کے دشوار مسائل کو حل کرنا اس سے باسانی ممکن ہے، افسوس کہ اس کے نسخے کا پتہ اب تک نہیں مل سکا۔

شیخ کی ماہہ ناز تالیف کنز العمال ہے جو آٹھ اجزاء میں حیدرآباد سے شائع ہو چکی ہے، درحقیقت یہ احادیث نبوی کا دائرۃ المعارف ہے اور اس کا پورا نام ”کنز العمال فی سنن الاقوال و الافعال“ ہے اس کتاب میں شیخ نے علامہ جلال الدین سیوطی کے مجموعہ حدیث جمع الجوامع کی فقہی ٹہج پر تبویب کی ہے، ساتھ ہی سیوطی کی جامع الصغیر و زوائدہ کو شامل کر لیا ہے اور اس طرح سے قولی اور فعلی حدیثوں کا یہ مجموعہ تیار کیا گیا ہے۔

شیخ کی اکثر و بیشتر تالیفات یورپ، ہند، مصر اور عرب ممالک کے کتب خانوں میں دستیاب ہیں جن میں سے اکثر مخطوطات کی نشاندہی اسلامک اسٹڈیز کے مقالے میں کردی گئی ہے۔ شیخ نے صحیح معنوں میں احادیث نبوی کے مطابق عمل کرنے کو اصل تصوف سمجھا اور سب کو اسی کی تلقین اپنی تحریروں کے ذریعہ ہمیشہ کرتے رہے، یہ ایک ایسی مخلصانہ کوشش و دعوت ہے جو تعصب و تنگ خیالی سے بری ہے۔

